سید خلیل احمد جیلانی

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ
اور
ملأ اعلیٰ

اس عالم سفلی (دُنیا) کی بوقلمیوں اور حیلہ سازیوں کو دیکھتے دیکھتے کبھی کبھی حیرت زدہ سے ہوجاتے ہیں، اور بے ساختہ ذہن اس طرف مبذول و متوجہ ہوجاتا ہے کہ دُنیا جو اس طرح کی برائیوں اور بُرے آدمیوں سے مملو چلی آئی ہے۔ چوری، غارت گری، بے دردی سے قتل کرنا، جلانا، ذاتی اور مذہبی تعصبات اور ان کے علاوہ بہت سارے غیر شرعی اور غیر سماجی اخلاق کو "جدید تہذیب" سمجھ کر اپنا لینا وغیرہ وغیرہ تو ہمارے ذہن پر یہ بات چیرہ و غالب نظر آنے لگتی ہے کہ شاید یہ دنیا ان ہی افعال و کردارِ سیئہ سے مرکب گہوارہ ہے۔ اور شاید ان افعالِ فاسدہ کا سدباب نہیں ہوسکتا اور نہ ہوسکا ہے اور شاید ان کا کوئی روکنے والا نہیں اور نہ ان سے کوئی ڈرانے والا ہے۔

لیکن بفضلہٖ تعالیٰ ملکا یک بغیر کسی توقف کے اس خیالی اور وہمی وسوسہ کا جواب مل جاتا ہے اور ہم مطمئن ہوجاتے ہیں۔ وہ جواب اس طرح ہے کہ جس طرح اس دُنیا میں برائیاں اور بدکردار لوگ ہیں اور گزرے ہیں اسی طرح اچھائیاں اور نیک کردار انسان بھی ہیں اور گزرے۔ کتب تواریخ اس پر شاہد ہیں۔

یہ خدا تعالیٰ کا قانون رہا ہے کہ جہاں کہیں "حیات" ہے وہاں "ممات" بھی ہے اور برعکس۔ اسی طرح جہاں "نور" ہے وہاں "ظلمت" بھی ہے اور اسی طرح جہاں کہیں "بدی" ہوگی وہاں "اچھائی" بھی پائی جائے گی۔ ایسا نہیں ہے کہ جہاں برائیاں اور ظالم لوگ ہوں وہاں کوئی بھلائی اور نیک اور برگزیدہ لوگ موجود ہی نہ ہوں۔

ہاں البتہ ایسا ہوتا ہے کہ جب کبھی برائیاں زور پکڑ جاتی ہیں اور ظالم و بدطینت لوگ ظلم و قتل کرنا شروع کر دیتے ہیں تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کے مقابلہ کے لیے ایسے ایسے لوگ بھیجے جاتے اور مقرر کیے جاتے ہیں جو ان برائیوں کی بیخ کنی اور ظالم و آمر لوگوں کو سرنگوں کرنے کے لیے میدان میں نکل آتے ہیں۔

ان برگزیدہ ہستیوں کو اگرچہ مختلف قسموں کی اذیتیں اور تکلیفیں دی جاتی ہیں پھر بھی یہ حضرات اپنے مشن کو ہاتھوں سے کھونے نہیں دیتے اور پہلے سے کہیں زیادہ حق گوئی میں جدوجہد شروع کر دیتے ہیں اور خود کو قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور نہ ہچکچاتے ہیں۔

دیکھیے! جب صنم پرستی حد سے بڑھ گئی اور "نمرود" جیسا خودغرض، آمر و ظالم بادشاہ حکمرانی کرنے لگا تو قانونِ خداوندی کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقابلے کے لیے بھیجا گیا۔ اسی طرح فرعون اور اس کی قوم کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مقرر کیا گیا اور جب دنیا فسق و فجور، کفر اور صنم پرستی، تعصبات اور خرافات سے پُر ہو گئی تھی تو ہمارے پیغمبر خاتم الانبیاء والرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو نذیر و بشیر، ہادی اور سراپا رحمت کر کے بھیجا گیا۔ انھوں نے کفر و ضلالت اور اخلاقِ سیئہ کے خلاف ایسے ایسے مقابلے کیے جو ہر ایک نوعِ بشر ان کارناموں کو دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے۔ عجیب و غریب شانِ استقلال و استقامت ہے کہ جب کبھی کوئی غیر شرعی غلطی اپنوں سے سرزد ہو جائے تو ان کو بھی بخشا نہیں جاتا۔ یہی تو عدل و انصاف کا تقاضا ہے، ورنہ طرف داری محسوس ہوتی۔

آپؐ جب تک جناب الٰہی سے سپرد کیا گیا کام مکمل کر چکے تو یہ مشن اپنی امتِ مرحومہ کے

کے حوالے کر گئے ۔ اسی پروگرام کے ماتحت حضرات خلفاء ثلاثہ، حضرات حسنین اور بہت سارے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید ہوئے اور اسی ہی راستہ پر حضرات ائمہ اربعہ، حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی، امام غزالی، حضرت غوث اعظم، حضرت خواجہ اجمیری، حضرت ابن عربی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا عبید اللہ سندھی، اور دیگر بزرگانِ دین وعلماء کرا رحمہم اللہ تعالیٰ گامزن ہوئے اور حق گوئی، حق جوئی اور حق طلبی کرتے رہے اور ان کے صلہ میں اہل زمانہ سے بے شمار تکلیفیں اپنے اوپر برداشت کرتے رہے، کچھ کو ساری عمر قید خانہ کی تاریک کوٹھیوں میں رکھا گیا، کن کو بر سر عام پھانسی دے دی گئی اور بعض کے لیئے سر تن سے جدا کرنے کا حکم دیا گیا ۔ لیکن پھر بھی یہ باہمت حضرات مرتے دم تک حق شناسائی، کلمۂ حق کہنے اور ظلم و استبداد کے مقابلہ سے دستبردار نہیں ہوئے ۔

ان ہی میں سے حکیم الاسلام وامام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعا ہیں ۔ جن کا نام بے حد احترام وعزت سے لیا اور لکھا جاتا ہے ۔ جنہوں نے اسلام کو حکمت ا عقل کا لباس پہنانے کے سلسلہ میں اپنے اوپر بغیر محدود اذیتوں کو خندہ پیشانی کے سات برداشت کیا ۔

مختصر حالات زندگی

ولادت :۔ آپ کی ولادت ۴ شوال ۱۱۱۴ھ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں ہوئی ۔ آپ کے والد ماجد شاہ عبد الرحیم بن شاہ وجیہ الدین رحمہما اللہ تعالیٰ حضرت فاروق اعظم ر کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے ۔ اس لئے آپ کو "فاروقی" کہتے ہیں ۔

تعلیم :۔ آپ عمر کے پانچویں سال میں مکتب میں بیٹھے، ساتویں سال میں قرآن عظیم ختم کیا ا فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھنی شروع کیں، دسویں سال میں شرح ملا جامی پڑھتے تھے آپ نے مختلف فنون میں حسب ذیل کتابیں پڑھیں :۔ ۱ ۔ علم تفسیر میں :۔ بیضاوی ا مدارک کا کچھ حصہ ۔ ۲ ۔ علم حدیث میں :۔ مشکوٰۃ شریف کو پورا پڑھا لیکن کتاب البیوع سے کتا الآداب تک چھوڑ دیا، صحیح بخاری شریف کتاب الطہارت تک والد بزرگوار کے پاس سماع ک

۔علم فقہ میں :۔ ہدایہ اور شرح وقایہ ۴ اصول فقہ میں : حسامی اور توضیح وتلویح ۵
یک میں :۔ عوارف المعارف کا کچھ حصہ اور کچھ رسائل نقشبندیہ ۶ حقائق میں :۔ شرح
ئیات مولانا جامی اور لوائح جامی ۷ معانی میں :۔ مطول اور مختصر معانی ۸ کلام میں :۔
رح عقائد اور خیالی اور شرح مواقف کا کچھ حصہ ۹ نحو میں :۔ کافیہ اور شرح ملا جامی
منطق میں :۔ شرح شمسیہ (قطبی) اور شرح مطالع کا کچھ حصہ ۱۱ حکمت میں :۔ شرح
یۃ الحکمۃ ۱۲ طب میں :۔ موجز القانون ۔

ہ صاحب نے علم معقولات اور علم کلام کی کچھ کتابیں مرزا زاہد ہروی کے ہاں پڑھنے کے علاوہ
سری اکثر و بیشتر کتابیں اپنے والد علام سے پڑھیں ۔

ختنہ ، شادی و دیگر حالات :۔

آپ ساتویں سال میں تھے کہ والد بزرگوار نے نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا اور اسی سال
ختنہ ہوا۔ چودھویں سال میں شادی ہو گئی۔ پندرھویں سال میں والد بزرگوار سے بیعت کی اور
نقشبندیہ مشائخ کے اشغال میں مشغول ہوئے۔ سترھویں سال میں والد ماجد وفات پا گئے۔
والد بزرگوار کی وفات کے بعد آپ نے اپنے والد ماجد کی مسند درس و تدریس سنبھال لی۔
ر پورے بارہ سال تک مختلف فنون پڑھاتے رہے ۔

حج اور وفات :۔

۱۱۴۳ھ میں حج سے مشرف ہوئے ، ۱۱۴۴ھ ہجری میں مکہ معظمہ میں
یام اور مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور شیخ ابو طاہر قدس سرہ سے روایت حدیث
ی سعادت حاصل فرمائی ۔ اور ۱۱۴۵ھ میں وطن واپس ہوئے اور حسب دستور درس وتدریس
ور کتابیں لکھنے میں شروع ہو گئے ۔

الغرض اس عالی پایہ شخصیت کا جو علوم ظاہر و باطن کا جامع تھا اور مجدد دین کی حیثیت
رکھتا تھا باقتضائے " کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ " ۱۱۷۶ھ میں انتقال ہوا ۔

اس مختصر تمہید کے بعد اب ہم دو باتوں پر بحث کریں گے ۱۔ شاہ صاحب کو اذیتیں کیوں
دی گئیں ؟ ۲۔ آیا شاہ صاحب اپنے دور کے مجدد تھے ؟

پہلے ہم اول الذکر بات کے وجوہ جاننا چاہتے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ وہ اہل زمانہ کے خیالات

شاہ صاحب کے خیالات سے متضاد ہوتا ہے۔ اب آیئے تاکہ شاہ صاحب کے دور کا مختص
جائزہ لیں اور محاسبہ کریں!

ہندوستان کا ماحول شاہ صاحب کے عہد میں۔

سیاسی حالت :۔ جیساکہ پہلے گزر چکا، شاہ صاحب کی ولادت ۱۱۱۴ھ میں بالفاظ
اورنگ زیب عالمگیر کی وفات سے چار سال پہلے ہوئی اور آپ کا انتقال ۱۱۷۶ھ میں ہوا۔ ا
میں آپ نے دس مختلف حکمرانوں کا زمانہ دیکھا جو یکے بعد دیگرے دہلی کے تخت پہ متمکن رہے
۱۔ عالمگیر ۲۔ بہادر شاہ ۳۔ معزالدین جہاندار شاہ ۴۔ فرخ سیر ۵۔ رفیع الدرجات ۶۔ رفیع
۷۔ محمد شاہ رنگیلا ۹۔ عالمگیر ثانی ۱۰۔ شاہ عالم!

ان سلاطین کے عہد میں ہندوستان کو جن مہیب اور خونین واقعات اور شدید تا
انقلابات سے گذرنا پڑا اور جو مسلسل عظیم فتنے اس دوران میں پیدا ہوئے ان کی تفص
تواریخ کے صفحات پر ثبت ہے۔

بارہ کے سادات کا "فرخ سیر" کو قید میں ڈال کر نہایت بے رحمی سے قتل کرنا، سکھوں کا
میں ادھم مچانا، مرہٹوں کا تمام ملک پر بلائے بے درماں کی طرح چھا جانا۔ اور دیوان خا
کی چھت تک اکھیڑ لینا، اور خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی خانقاہ کے برتن تک لوٹ لینا، رو
کا سیاست میں شریک ہونا، اور ایران و تورانی امراء کی باہمی کشمکش وغیرہ وغیرہ وہ پر
کن واقعات ہیں جن کی وجہ سے گھر گھر میں بے چینی اور پریشان حالی کا دور دورہ تھا
سب واقعات شاہ صاحب کے عہد میں پیش آئے ان سب سے بڑا خونی واقعہ نادر شاہ ایرانی کا
حملہ آور ہو کے تین دن تک قتل عام کو جاری رکھنا تھا۔ جس سے دہلی کا ہر فرد بشر بلکہ دہلی
درودیوار لرز رہے تھے، ایک شاہ صاحب تھے جو کہ کوہ وقار بنے بیٹھے اپنے کام میں مشغو

فقہی و غیر فقہی حالت :۔ آپ کے زمانہ میں منجملہ اور پیچیدگیوں کے ایک یہ بھی تھ
"کٹر حنفی" اور "غالی اہل حدیث" کے درمیان جھگڑا رہتا تھا۔ جس کی وجہ سے ہر ا
فرقہ اپنے حریف مقابل کو کافر مطلق سمجھتا تھا۔

سنی اور شیعہ :۔ عظیم ترین فتنہ جس میں کم و بیش ہندوستان کا ہر ایک شخص مبت

وہ سنّی شیعہ کا جھگڑا تھا۔ شیعہ وہ غالی شیعہ تھے جن کا شیوہ شب و روز تبرا بکنا اور شیخین جیسی جلیل القدر ہستیوں کو گالیاں دینا تھا۔ اس کے بالمقابل سنیوں کا غلو بھی کچھ کم نہیں تھا۔

معقولیوں کی حالت :۔ شاہ صاحب کے زمانہ میں منطق اور فلسفہ جس کو علوم عقلیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے لفظی موشگافیوں کے دھندوں اور لایعنی مباحث کی بھول بھلیوں کا مجموعہ تھا۔ انہیں لغو اور بیہودہ مباحث میں اعمارِ عزیزہ ضائع کی جاتی تھیں اور اس کو فخر سمجھا جاتا تھا۔ یہ لوگ "معقولین" کہلاتے تھے اور جس کسی کو بھی خدائے پاک نے جدّت ذہن کی نعمت عطا کی ہوتی تھی وہ معقول کی جانب مائل ہو کر اپنی استعداد اور اپنی عمر عزیز کو انہی لاطائل اور لاحاصل مباحث میں گنوا دیتا تھا۔

شاہ صاحب نے مذکورہ حالات کے مطابق جنگ و جدل اور تعصبات کے زمانہ میں پیدا ہوئے، نشوونما پائی، تعلیم حاصل کی اور بعد میں ان حالات پہ تدبر و تفکر کیا اور ان سے ناخوش ہو کر اپنا انقلابی قلم اٹھایا اور لوگوں کو راہ راست اور اعتدال پہ لانے اور آنے کی سعی بلیغ فرمائی۔

فقیہوں کو غلو اور بے جا تقلید سے روکا اور "اہل حدیث" کو مطلق العنانی اور فقیہوں کو برا بھلا کہنے سے تنبیہ فرمائی۔ اسی طرح شیعوں کو سب وشتم، لعن وطعن اور فضیلت علی الشیخین سے خوبی سے زجر فرمایا اور سنیوں کو خواہ مخواہ کی کٹر پن سے روکا اور معقولین حضرات کو اس غلط پالیسی سے باز آنے کی ترغیب دی اور اولین مقصد قرآن عظیم و حدیث نبوی کو قرار دیا لیکن نتیجہ اس کے برعکس نمودار ہوا ہر طرف سے شاہ صاحب کی مخالفت کی آواز آنے لگی ۔

فقیہہ حضرات آپ کو "اہل حدیث" سمجھ کر اذیتیں دینے لگے اور بالعکس اسی طرح سنی حضرات شاہ صاحب کو شیعہ سمجھنے لگے اور بالعکس اس سلسلہ میں ایک واقعہ شاہ عبدالعزیز رحہ کی زبانی پیش کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ :

"ایک شخص جس کا نام "حافظ آفتاب" تھا ہمارا شاگرد تھا اور ہمارے حلقہ درس میں بیٹھا کرتا تھا۔ ایک دن اثناء درس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر آگیا پھر

جیسا کہ ہمارا مسلک ہے کہ جو صحابی بھی ہو دل و جان سے اس کے مناقب و فضائل کو بیان کرتے ہیں ۔ اس موقعہ پر بھی ہم نے ایسا ہی کیا (بس قصور اتنا تھا کہ ساتھ ہی خلفاء ثلاثہ کے مناقب و فضائل کا خواہ مخواہ بے موقع و بے محل ذکر نہیں کیا) اس پر وہ غصہ ہو گیا اور ہم پر شیعہ ہونے کا فتوی لگا دیا ۔"

اب آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ شاہ صاحب کو اذیتیں اور تکلیفیں کیوں دی گئیں بس وہی وجوہ ہیں جو ابھی ذکر ہو چکے ۔لیکن شاہ صاحب وہ وقت کے مجدد اعظم تھے جنہوں نے اذیتیں برداشت کیں لیکن مخالفین کو اپنے نوک قلم سے وہ وار کئے جن سے وہ سر اٹھانے کے قابل نہیں رہے اور ان کو اعتدال اور میانہ روی پر لانے کی کوشش کرتے رہے ۔ یہی تو مجدد کا طریقہ کار شیوہ ہے ۔

اب ہم دوسری بات " آیا شاہ صاحب اپنے دور کے مجدد تھے " پر بحث کرتے ہیں ۔

آیا شاہ صاحب اپنے دور کے مجدد تھے ؟

جی ہاں شاہ صاحب اپنے عہد کے ایک عظیم مفکر، مجتہد اور مجدد تھے ۔کیونکہ آپ ایسے مذکو نازک و پریشان کن دور میں خاموش نہیں بیٹھے، بلکہ جو برائیاں اس دور میں تھیں خواہ وہ عقائد کے سلسلے میں ہوں یا باہمی تعصبات اور اختلافات کے بنا پر سرزد ہوتی ہوں ۔ان کو تمیز کر عقائدی تعصبات کو ختم کر کے عقائد کو کسی حد تک اعتدال پر لانا، دین مصطفوی صلی اللہ علیہ و میں جو جو بدعات اور خرافات چسپاں کی گئی تھیں ان کو قرآن و حدیث کے سایہ تحت بر ملا ظا کرنا اور ان کے نہ اپنانے کی تلقین کرنا آپ کا روزمرہ کا مشغلہ بن گیا تھا آپ فرماتے ہیں کہ :۔

" مجھ کو ایک ایسا ملکہ عطا فرمایا گیا ہے جس کی بدولت میں تمام عقائد و اعمال اور اخلاق و آداب کے متعلق یہ تمیز کر سکتا ہوں کہ دین حق کی اصلی تعلیم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہے وہ کیا ہے ؟ اور وہ کونسی باتیں ہیں جو بعد میں دین حنیف کے ساتھ چسپاں کر دی گئیں اور اس میں ٹھونس دی گئی ہیں اور جو کسی بدعت پسند فرقہ کی تحریف اور غلو و افراط یا تہاون و تفریط کا نتیجہ ہے ۔"

کتاب " الانصاف " کے دیباچہ میں آپ نے اس " ملکہ " اور اس مخصوص قوت تمیز اور قوت

فیصلہ کو "میزان" کے جامع لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

اب ناظرینِ کرام سے گزارش ہے کہ جس کو تمام اختلافات متعلق اعمال وعقائد کے بارے میں صحیح فیصلہ کرنے کی استعداد بخشی گئی ہو اور جس کو خداداد قوت تمیز اتنی زبردست ہو اور اس میں اس قدر وسعت ہو کہ امت مرحومہ کے جملہ اختلافات کو صحیح طریقہ پر کتاب وسنت کے مطابق حل کر سکے اور دوسروں کو بھی سمجھا سکے تو کیا ایسے عالم ربانی کو ہم مجدد وقت کہنے میں حق بجانب نہیں ہونگے؟ جس صاحب فہم و درایت نے بھی تعصب کی عینک اتار کر ان کی تصنیفات کو غور وفکر اور تدبر کے ساتھ پڑھا ہوگا اس کو یقیناً ہماری اس رائے سے اتفاق کرنا پڑے گا۔
آگے نہ جائیے ہم آپ کے لیے اس سلسلہ میں مزید ایک شاہ صاحب کا مبارک خواب خود شاہ صاحب کی زبانی پیش کرتے ہیں۔ اس کو ذرا غائر نظر اور صدق دل سے پڑھیں اور اندازہ لگائیے۔ آپ تفہیمات جلد اول صفحہ ۳۰۰ پر فرماتے ہیں:-

"کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما میرے گھر تشریف لائے ہیں، امام حسنؓ کے ہاتھ میں ایک قلم ہے جس کی نوک ٹوٹی ہوئی ہے۔ حضرت امام موصوف اپنا ہاتھ بڑھا کر وہ قلم مجھ کو دینا چاہتے تھے، ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ یہ قلم ہمارے جدامجد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، لیکن یہ فرما کر ہاتھ روک لیا اور فرمانے لگے ذرا ٹھہرو حسین (رضی اللہ عنہ) اس کو درست کر دیں، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے وہ قلم لے لیا اور اس کو درست کر کے میرے ہاتھ میں دے دیا اس کے بعد ایک چادر لائی گئی اس کو بھی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اٹھا کر فرمایا کہ یہ چادر ہمارے نانا صاحب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، اور پھر وہ چادر مجھ کو اوڑھا دی۔ اس دن سے یہ ہوا کہ میرا سینہ علوم شرعیہ میں تصنیفات لکھنے کے لیے کھل گیا۔ والحمد للہ علی ذلک"

اس مبارک خواب کی تعبیر مشکل نہیں قلم کا ٹوٹا ہوا ہونا اس بات کا اشارہ ہے کہ فقط ہندوستان میں نہیں بلکہ جملہ بلاد اسلامیہ میں اہل علم وفضل اور علماء محققین کا اس قدر قحط ہو گیا تھا کہ پچھلی چند صدیوں میں ایک بھی ایسا صاحب قلم مصنف پیدا نہیں ہوا جس نے علم حدیث کی سچی خدمت

کی ہو۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو حشو و زوائد سے پاک کر کے اپنے اصل رنگ میں پیش کیا ہو اور دین حق کے عقائد و اعمال اور حقائق و معارف کو صحیح شکل میں منظر عام پہ لایا ہو اور اس قلم کا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے دلایا جانا اس بات کا اشارہ ہے کہ وہ تمام تکلیفیں اور اذیتیں جو سچی بات کہنے والوں اور تلخ حقیقتوں کے بے نقاب کرنے والوں کو اعداء حق کی جانب سے پہنچتی ہیں ان سے کلیتہً قطع نظر کر کے اپنا کام کئے جائیں اور پھر ہوا بھی یہی کہ شاہ صاحب کو اذیتیں دی گئیں اور بڑی سے بڑی تکلیفیں پہنچائی گئیں لیکن شاہ صاحب نے ان کو ذرہ بھی خاطر میں نہیں لائے اور اپنا کام جاری رکھا۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اوڑھانے کی تعبیر یہ ہے کہ جب تم تعلیم نبویؐ کو لوگوں میں پھیلانے کے لئے قلم اٹھاؤ گے تو اس میں شک نہیں کہ اعداء حق تمہاری مخالفت پہ کمر باندھ لیں گے اور ہر طرح سے ستانے پہ آمادہ ہونگے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت خداوندی تمہارے ساتھ ہوگی۔ ڈھانک لینے کا یہی مفہوم ہے۔

آپ نے کچھ غور فرمایا؟ شاہ صاحب تو اپنی مجددیت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ :-

"جب[1] میرا حکمت کا دورہ ختم ہو چکا تو خدا تعالیٰ نے مجھ کو "مجددیت" کا خلعت پہنایا"

تصنیفات :- واضح ہو کہ اس مجدد اعظم نے اپنے ملکی قلم سے وہ انقلاب برپا کیا جس کی روئے زمین ہند و پاکستان نے گواہی دی ہے یہ انقلاب ان کی تصنیفات کی شکل میں ظاہر ہوا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جب کوئی آدمی ایک طرف ان کے زمانہ اور ماحول کو اور دوسری طرف ان کے کام کو بالمقابل رکھ کر دیکھتا ہے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ اس دور جاہلیت میں اس نظر بلند، ان خیالات عالیہ، اس خارق عادت ذہنیت کا آدمی کیسے پیدا ہو گیا۔ فرخ سیر، محمد شاہ رنگیلا اور شاہ عالم کے ہندوستان کو کون نہیں جانتا۔ اس تاریک زمانہ میں نشو و نما پا کر ایسا آزاد خیال مفکر و مبصر منظر عام پہ آتا ہے جو زمانہ کے تمام بندشوں سے آزاد ہو کر نفس حقائق پر سوچتا ہے، تقلیدی علم اور صدیوں کے جمے ہوئے تعصبات کے بند توڑ کر ہر مسئلہ زندگی پہ محققانہ

---

[1] تفہیمات جلد دوم صفحہ ۱۶۰

اور مجتہدانہ نظر ڈالتا ہے اور ایسا لٹریچر چھوڑ کر جاتا ہے جس کی زبان، انداز بیان، خیالات نظریات، مواد تحقیق اور اس سے استخراج کیے ہوئے نتائج پر یہ گمان تک بھی نہیں ہوتا کہ یہ چیزیں اس جگہ لکھی گئی تھیں جس کے گرد وپیش شدید جاہلیت کے علاوہ عیاشی، نفس پرستی، قتل وغارت، جبر وتشدد، ظلم و بدامنی کا طوفان برپا تھا، ایسے وقت میں زمانہ کے ماحول کے مطابق مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا کرامت سے کم نہیں۔

آپ نے مختلف موضوعات مثلاً اصول تفسیر، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تصوف، فلسفہ، تاریخ، معاشیات، سماجیات وغیرہ وغیرہ پر کچھ حسب ذیل کتابیں تصنیف فرمائیں۔

۱ فتح الرحمن ترجمہ قرآن ۲ الفوز الکبیر ۳ تاویل الاحادیث ۴ تراجم بخاری ۵ مسوی ۶ مصفیٰ ۷ خیر کثیر ۸ فیوض الحرمین ۹ حجۃ البالغہ ۱۰ البدور البازغۃ ۱۱ تفہیمات الالٰہیۃ ۱۲ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف ۱۳ عقد الجید فی بیان احکام الاجتہاد والتقلید ۱۴ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء ۱۵ قرۃ العینین ۱۶ تحفۃ الموحدین، ۱۷ لمحات ۱۸ سطعات وغیرہ وغیرہ

جب یہ بات مدلل و مبرہن ہو کر متحقق ہو چکی کہ شاہ صاحب اپنے وقت کے بڑے مجدد اور مجتہد تھے اور اس سلسلہ میں انہوں نے دعوت خاصہ و عامہ کے تحت بے شمار کتابیں بھی لکھیں اور ان میں بعض مثلاً حجۃ اللہ، تفہیمات وغیرہ فلسفہ اور تصوف میں تحریر فرمائیں جنہوں نے اس دنیا میں بین الاقوامی شہرت حاصل کی اور کر رہی ہیں جن کو ہر کہ ومہ بخوبی جانتا ہے۔ تو قابل توجہ ... امر یہ ہے کہ شاہ صاحب نے اپنے اس مایہ ناز فلسفہ کی کتابوں میں وہ وہ حقائق اور ... بتا دیئے ہیں اور ایسی ایسی اصطلاحات جدیدہ کی نشاندہی فرمائی ہے، جن کو اگر کوئی صاحب فہم وادراک غور وتدبر سے پڑھنا شروع کرتا ہے تو اولاً اولاً حیران و مضطرب سا ہو جاتا ہے اس کے بعد بنظر ثانی وہ سمجھنے کے قابل بن جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ کنہ تک رسائی نہیں کر سکتا۔

ہاں بعض وہ حضرات جنہوں نے شاہ صاحب کے پروگرام کے ماتحت چلنا اپنا نصب العین سمجھ رکھا تھا یا رکھا ہے وہ البتہ شاہ صاحب کے کلام کو من وعن سمجھ سکتے ہیں اور ان کی

پیروی وتابعداری کرتے ہوئے بغیر کسی ڈر کے انقلابی قدم بھی اٹھا سکتے ہیں۔ ان بز
سے حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد رشید حضرت مولانا
غلام مصطفیٰ قاسمی کے نام فخر سے لیئے جا سکتے ہیں۔

شاہ صاحب نے اپنے فلسفہ میں مختلف موضوعات کو مختلف عنوانوں اور سرخیوں سے سنوارا۔
اب ہم ان میں ایک فلسفی عنوان "ملاء اعلیٰ" کے ذیل میں کچھ لکھنا چاہتے ہیں وھو الموفق والمستعان

مَلَأ اعلیٰ

ملأ اعلیٰ :۔ یہ مسئلہ شاہ صاحب کے ان ذکر کردہ مسائل میں سے ایک ہے جن کی ماہیت کا کماحقہ ہم ظاہر بین لوگ نہیں کر سکتے۔ البتہ یہ وطیرہ ان حضرات کا ہے جو علم ظاہری کے علاوہ علم سے بھی نوازے گئے ہیں۔ اس لیئے ہم اس انوکھے بحث میں اپنی طرف سے وسیع وعریض تبصرے نہ کریں گے، بلکہ یہ شاہ صاحب کا مسئلہ ہے اور ان کے سپرد ہے۔ ہاں کہاں کہاں کسی بات کا مختصر سا اجمالی خاکہ پیش کرنا اور مختلف عنوانات دے کر بات کو واضح کرنا یہ ہم پر لازم ہے۔

لُغوی معنیٰ : "الملأ جمعُ املاء" من المهموز اللام :۔ اشراف القوم الذین یملؤن العیون ابھۃ والصدور ھیبۃ۔ یعنی ملأ جس کی جمع املاء آئی ہے، اور مہموز اللام سے لیا گیا ہے، اس شریف قوم کا نام ہے جو آنکھوں کو عظمت اور بڑائی سے بھرتے ہیں اور سینوں کو اپنی ہیبت سے پر کرتے ہیں (بھاتے ہیں) یعنی "مقرب ومعزز فرشتے" باقی معنی الاعلیٰ ظاہر ہے۔

اصطلاحی معنیٰ :۔ ملاء اعلیٰ کے اصطلاحی معنی خود شاہ صاحب کی زبانی سنئے آپ نے مختلف جگہوں پر فرمایا ہے :۔

"واضح ہو کہ شرع سے یہ بات ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ کے کچھ عمدہ بندے ہیں جو بلند مرتبہ فرشتے ہیں جو اس کی (خدا تعالیٰ کی) دربار کے مقرب لوگ ہیں[1]"

آپ اپنی دوسری کتاب "تفہیمات" میں اسی "ملا اعلیٰ" کے معنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :۔

---

[1] حجۃ اللہ جلد اول صفحہ ۱۵

"... ان کی حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک ایسی قوم (فرشتہ) ہے جو آسمانوں کے روحانی اور لطیف عنصروں سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اس کے سوا بنی آدم میں سے وہ کامل انسان ہیں جن کے اجساد "تجلی اعظم" میں فنا ہو چکے ہوتے ہیں یہ ہر دو قسم ملاء اعلیٰ کے "تجلی اعظم" کے ارد گرد جمع ہوتے ہیں"۔ [۱]

ملاء اعلیٰ کے مختلف نام

"ملاء اعلیٰ" خدا تعالیٰ کی ایک پسندیدہ برگزیدہ اور پاکیزہ مخلوقات ہے۔ جس طرح اپنی سی پیاری چیز کو پیار کی وجہ سے مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے اسی طرح ملاء اعلیٰ کے بھی مختلف نام ہیں اور وہ مختلف ناموں سے پکارے جاتے اور مخاطب ہوتے ہیں۔ اسی طرف حضرت شاہ صاحب اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"جس طرح خدا تعالیٰ چاہتا ہے اور جس جگہ چاہتا ہے ان جمع کر کے ان کے اجتماعات قائم فرماتا ہے اور اسی (کیفیت و مقام کے) اعتبار سے الگ الگ ناموں سے پکارتے ہیں کبھی تو ان کو "رفیق اعلیٰ" (بلند مرتبہ مصاحب) کہتے ہیں۔ کبھی "ندی اعلیٰ" (مجلس بالا) اور کبھی "ملاء اعلیٰ" (معزز اور مقرب فرشتے و سردار) کہتے ہیں"۔ [۲]

"ملاء اعلیٰ" کا قرآن و حدیث سے ثبوت۔

یہ مسلمہ اصول ہے کہ جو امر عقلاً ممکن ہو اور دلیل نقلی صحیح اس کے وقوع کو بتلاتی ہے تو اس کے وقوع کا قائل ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح اگر دلیل نقلی اس کے عدم وقوع کا قائل ہونا ضروری ہے۔ اب جبکہ "ملاء اعلیٰ" کا وجود عقلاً ممکن ہے اور اس کے ثبوت کے لئے نقلی دلیل بھی واقع ہوئی ہے جیسا کہ شاہ صاحب ابھی ابھی ذکر کریں گے تو ان کے وجود کو تسلیم کرنا ہم پر ضروری ہے، حضرت شاہ صاحب بھی اس امر کو جانتے ہوئے قرآن مجید سے استدلال پکڑتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

---

[۱] تفہیمات جلد اول صفحہ ۲۳۹ [۲] حجۃ اللہ حصہ اول صفحہ ۱۶

وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ
تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ
الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ
وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝[1]

(یعنی) عرش کے اٹھانے والے اور جو اس کے اردگرد (ملائکہ) ہیں اس کی حمد وتعریف ساتھ اس کی پاکی وخوبیاں بیان کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کے گناہ کی معافی مانگتے ہیں (اور یہ کہتے ہیں کہ) اے ہمارے رب تونے ہر چیز کو (اپنی) رحمت علم سے گھیر لیا (یعنی ہر چیز پر تیری نظر رحمت ہے اور تو ہر چیز کو جانتا ہے) پس تو ان بندوں کو بخش دے جو تیری طرف رجوع رکھتے ہیں، اور تیرے (سیدھے) راستے چلتے ہیں اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا، اے ہمارے رب! ان کو اور ان کے باپ داداؤں، بیویوں اور اولادمیں سے جو نیک ہو اس کو ان ہمیشگی کی جنتوں میں داخل فرما، تونے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔ کیونکہ تو ہی زبردست اور حکمت والا ہے۔ (اور) اے ہمارے ان کو برائیوں سے بھی بچا اور جس کو بھی تونے اس دن برائیوں سے محفوظ رکھا تو اس (پر) رحم کیا اور یہی سب سے بڑی کامیابی اور مراد ہے۔"

اب آپ پر بخوبی واضح ہو گیا ہوگا کہ شاہ صاحب نے ان آیات مذکورہ میں سے "حاملین" "مسبحین بالحمد" اور "مومنوں کے لئے دعائے مغفرت مانگنے والوں کو "ملأ اعلیٰ" دیا ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر زیر عنوان (ملأ اعلیٰ کے کام) ہم اس سلسلے میں گفتگو کریں گے حضرت شاہ صاحب ان آیات قرآنی کو بطور استدلال پیش کرنے کے بعد احادیث صلی اللہ علیہ وسلم سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

پہلی حدیث شریف۔

" فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ :- جب خدا تعالیٰ اوپر سے کوئی فرما

[1] قرآن مجید- سورہ مومن ۱ رکوع

صادر فرماتا ہے تو فرشتے ڈر کے مارے بازو اور پر پھڑ پھڑاتے ہیں (اور وہ آواز ایسی ہوتی ہے) جس طرح گھنٹال یا زنجیر کو صاف چکنے پتھر پر مارنے سے آواز پیدا ہوتی ہے پھر جب ان کے دلوں سے وہ خوف اور اضطراب دور ہو جاتا ہے تو آپس میں پوچھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا تھا؟ تو کہتے ہیں (فلانی) حق (بات فرمائی) اور وہی بلند اور برتر ہے[۱]۔

دوسری حدیث

- اور ایک روایت میں یوں ہے کہ :۔ جب خدا تعالیٰ کچھ حکم دیتا ہے تو عرش کے اٹھانے والے فرشتے اس کی تسبیح (و پاکی بیان) کرتے ہیں پھر اس آسمان کے فرشتے جو ان (اوپر والوں) سے متصل ہیں (پھر اس کے بعد ان سے نیچے والے) یہاں تک کہ وہ تسبیح اس نیچے (دنیا) والے آسمان کے فرشتوں تک پہنچتی ہے، پھر عرش کے نیچے والے عرش کے اٹھانے والوں سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا تھا تب وہ ان کو وہ بات بتا دیتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے کہی تھی۔ پھر ایک آسمان والے دوسرے آسمان والوں سے پوچھتے ہیں یہاں تک کہ (اس طرح) اس ورے کے (دنیا والے) آسمان کے فرشتوں کو بھی وہ خبر پہنچ جاتی ہے[۲]،،

تیسری حدیث شریف۔

ایک جگہ آپ نے فرمایا :۔ میں تہجد کے لئے اٹھا تو وضو کر کے جس قدر خدا نے چاہا نماز پڑھی، پھر نماز ہی میں اونگھ آگئی اور میں سو گیا یہاں تک کہ جب خوب بوجھل ہو گیا (گہری نیند آگئی)، تو (خواب میں) دیکھا کہ خدا تعالیٰ نہایت پاکیزہ شکل میں تجلی فرما ہے پس اسنے فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے عرض کیا کہ اے پروردگار! حاضر ہوں۔ فرمایا کہ "ملا اعلیٰ" (مقرب فرشتے) کس بارے میں گفتگو کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ مجھ کو خبر نہیں اس طرح تین بار فرمایا (اور میں نے یہی جواب دیا) پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ دیکھا کہ اس نے اپنے ہاتھ میرے کندھوں پر رکھ دیئے

---

[۱] حجۃ اللہ ص ۱۵ [۲] ایضاً

(اس طرح) کہ اس کی انگلیوں کے سروں کی ٹھنڈک میری چھاتی تک کو محسوس ہوئی پھر وہ سب باتیں مجھ پر کھل گئیں اور اس طرح اس کا جواب بھی مجھ کو معلوم ہو گیا پھر خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ! میں نے عرض کیا کہ اے پروردگار نہ حاضر ہوں۔ پھر فرمایا کہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ملا اعلیٰ کس بارے میں گفتگو کر رہے ہیں ؟ میں نے عرض کیا کہ کفارات کے بارے میں۔ فرمایا وہ کیا ہیں ؟ میں نے عرض کیا کہ "جماعت (میں شریک ہونے) کے لئے (مسجد کی طرف) چلنا، مسجدوں میں نماز کے بعد (عبادت کے لئے) بیٹھنا، اور تکلیف (سردیوں) کے وقتوں میں بھی وضو اچھی طرح اور پورا پورا کرنا۔ پھر فرمایا کہ اور کس بارے گفتگو کر رہے ہیں ؟ عرض کیا کہ "درجات" (بلند کرنے والی چیزوں) کے بارے میں۔ فرمایا کہ وہ کیا ہیں ؟ عرض کیا کہ (مسکین کو کھانا کھلانا، نرمی سے بات کرنا اور لوگوں کے سونے کے وقت نماز پڑھنا (یعنی تہجد)[1]

چوتھی حدیث شریف۔

"ایک جگہ آپ نے فرمایا کہ :- جب تک تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ کر وہیں اپنی جگہ بیٹھا رہتا ہے تو فرشتے اس کے لئے اس وقت تک دعا کرتے رہتے ہیں جبتک کہ وہ ایذا نہیں دیتا اور جب تک کہ حدث نہیں کرتا اور یوں کہتے ہیں کہ یا الٰہی ! اس پر رحم فرما ! یا الاہی ! اس کو بخش دے، یا الاہی اس پر رحمت سے توجہ فرما"[2]

پانچویں حدیث شریف۔

"اور فرمایا کہ :- ہر صبح کو دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک یہ کہتا ہے کہ یا الاہی ! "دینے والے" اور "خرچ کرنے والے" کو اس کے بدلہ میں اور دے (یعنی اس کو مال دار کر) اور دوسرا کہتا ہے کہ یا الاہی ! مال روک رکھنے والے (بخیل) کو ٹوٹا دے اور اس کا مال تباہ کر"[3]

حضرت شاہ صاحب کا ان احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور دلائل نقلی کے بیان کرنے

---

[1] حجۃ اللہ ص۱۵۱ / [2] حجۃ ص۱۵۱ / [3] حجۃ ص۱۵۱

کے بعد اب یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی اور جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ: ایک اعلیٰ طبقہ کی مخلوق خدا ہے جس پہ مذکورہ احکامات نازل ہوتے ہیں اور سپرد کیے گئے ہیں جس کا نام "ملا اعلیٰ" ہے۔ یہ نام (ملا اعلیٰ) خود حدیث میں مذکور ہے جیسا کہ ذکر ہو چکا۔ شاہ صاحب کا خود ساختہ نہیں!

ملاء اعلیٰ کی قسمیں۔

جب "ملا اعلیٰ" کا وجود مذکورہ دلائل سے بیّن طور پہ ثابت ہو چکا تو اب یہ جانیے کہ "ملا اعلیٰ" بحسب الخلقۃ والمنزلۃ تین قسم کے ہوتے ہیں ۱۔ وہ جو محض مخصوص "نور" سے پیدا کیے گئے ہیں یہ ان میں اعلیٰ طبقہ ہے ۲۔ عناصر کائنات کے بعض امتزاجات سے جو لطیف بخارات ظہور میں آتے ہیں ان کی خصوصیت ترکیب سے ایک خاص استعداد پیدا ہوتی ہے جس کی بدولت وہ لطیف مادہ "ملا اعلیٰ" میں سے شمار کیے جاتے ہیں ۳۔ نوع انسانی کے بعض افراد جن کی استعداد اس قدر بلند ہوتی ہے کہ وہ تمام عمر نیک اعمال کر کے اس دنیا سے رخصت ہوتے ہی ملا اعلیٰ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ اہل اللہ، صالح مومن اور انبیاء علیہم السلام ہیں کہ مرنے کے بعد یہ ملا اعلیٰ (ملائکہ مقربین) کے ساتھ اس دربار میں جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جا ملتے ہیں:—
یعنی فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ (یعنی جو لوگ متقی ہیں وہ بہشت کی باغوں میں اور نہروں میں سچی (عزت کی جگہ) بادشاہ دو جہاں قادر مطلق کے مقرب ہونگے۔ اب ان تینوں قسموں کی تشریح شاہ صاحب سے سنئے فرماتے ہیں کہ:—

> "یاد رہے کہ ملا اعلیٰ کی تین قسمیں ہیں ۱۔ ایک قسم کے وہ لوگ ہیں جن پہ حق تعالیٰ نے اپنا نظام خیر موقوف رکھا۔ لہٰذا (اس بات کو ملحوظ رکھ کر) اس نے موسیٰ علیہ السلام کی آگ کی طرح کے اجسام نوری پیدا کر کے ان میں ارواح پاک ڈال دیں ۲۔ دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو عناصر کے لطیف و خفیف بخارات میں ایک خاص قسم کے مزاج و آمیزش کے پیدا ہونے سے بنتے ہیں اور ان پر ان نفوس عالیہ کا فیضان ہوتا ہے جو الاالتحق بنتیجہ سے جلدی الگ ہو جاتے ہیں ۳۔ تیسری قسم ان نفوس انسانیہ کی ہے جو ملا اعلیٰ سے ملنا قریب ہیں اور وہ ایسے ایسے نیک اعمال کرتے رہتے ہیں جو ان (ملا اعلیٰ)

سے جا ملنے کے لئے ان کے حق میں حمد ثابت ہوتے ہیں اور آخرکار جب لباس بدن (ان کی روح سے) اتر جاتا ہے تو وہ انہی میں جا شامل ہوتے ہیں اور ان کا شمار بھی انہی میں ہونے لگتا ہے [1]

ملاء اعلیٰ کے کام

یہ عجیب و غریب برگزیدہ مخلوق اگرچہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بے حد محبوب و محترم ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کو بے کار اور نکما پیدا کر کے فقط خود کے لئے خالق و قادر ہونے کا مظاہرہ کیا ہے۔ بلکہ یہ قانون خداوندی رہا ہے کہ جو کوئی ان کے نزدیک قریب و نزدیک تر رہا ہے اور برگزیدہ بنایا گیا ہے اس کے اوپر ڈھیر ساری ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں۔ جیسے انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام جو عنداللہ "حبیب" "خلیل" "کلیم" "مسیح" وغیرہ وغیرہ کے درجہ تک پہونچنے کے باوجود غیر محدود ذمہ داریوں کے مالک تھے اور ہر وقت ان (ذمہ داریوں) کو پایۂ تکمیل و تعمیل تک پہنچانے کے لئے من جانب اللہ توفیق کے خواستگار رہے اور تضرع و زاری کرتے رہے۔ اسی طرح اس نورانی مخلوق کو بھی احکامات و اعمال دیئے اور سونپے گئے ہیں جن کو یہ قوم خوش اسلوبی اور حسن طریق کے ساتھ سرانجام دیتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ ان کے مختلف قسم کے افعال ذکر کرتے ہیں جو ان کی زبانی حسب ذیل تحریر کئے جاتے ہیں۔ آپ حجۃ اللہ میں فرماتے ہیں کہ :-

"ملاء اعلیٰ" کا اصلی کام یہ ہے کہ وہ ہر وقت اپنے پروردگار کی طرف متوجہ رہیں اور کوئی مشغلہ ان کو اس سے روک نہ سکے اور قول الٰہی کہ "یُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ" یعنی وہ (ملاء اعلیٰ) اپنے پروردگار کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور اس پر (پورا پورا) ایمان بھی رکھتے ہیں" کا یہی مطلب ہے اور نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دلوں میں یہ بات بھی ڈال دی جاتی ہے کہ وہ نظام صالح (عمدہ انتظام) کو اچھا سمجھیں اور پسند کریں (جس کی انہیں خدمت عطا ہوئی ہے) اور یہ کہ غیر صالح نظام کو (جو خلاف الٰہی ہے) برا جانیں اور اس سے نفرت کریں

[1] حجۃ اللہ صفحہ ۱۴

اور اس کلام الاہی کہ "وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا" وہ مومنوں کے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، کا یہی مطلب ہے "؎

حضرت شاہ صاحب اس سلسلہ میں دوسری جگہ پر فرماتے ہیں کہ :-

" جو شخص اپنے آپ کو نیک بناتا ہے اور اپنے نفس کو بھی تمام عیبوں سے پاک کر کے نیک و پاکیزہ اخلاق والا بناتا ہے اور لوگوں کی اصلاح و رفاہ عام میں کوشش کرتا رہتا ہے تو وہ فرشتے (ملاء اعلیٰ) اس کے لئے ہمیشہ دعائے خیر کرتے رہتے ہیں اور ان کی یہی دعا ان پر رحمت و برکت کے نزول کا سبب بنتی ہے اور یہی فرشتے (ملاء اعلیٰ) خدا کے نافرمان اور مفسد لوگوں پر لعنت اور بددعا کرتے ہیں اور ان کی یہ بددعا اور لعنت ایسے بدکار لوگوں کے دل میں حسرت اور ندامت کے وجود کا سبب بنتی ہے اور اسی کے سبب سے ملاء سافل (نچلے فرشتوں یعنی زمین و آخری آسمان والوں) کے دلوں میں یہ بات الہام ہوتی ہے کہ اس بدکار سے بغض و نفرت رکھیں اور یہ کہ اس کے ساتھ برائی سے پیش آئیں یا تو دنیا میں (اس کے جیتے جی) ورنہ اس وقت جبکہ فطری موت کے سبب اس کے بدن کا ڈھانچہ اس سے جدا ہو جاتا ہے (اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے)"

اس کی تائید میں شاہ صاحب ایک حدیث شریف بیان فرمائی ہے ملاحظہ فرمائیے :

" خدا تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے (اس کو دوست بناتا ہے) تو جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر فرما دیتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔ آپ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ پھر جبرئیل بھی اس سے محبت کرتا ہے پھر آسمانوں میں منادی کر دی جاتی ہے کہ فلاں شخص خدا کا محبوب ہے اس سے محبت رکھو پس اس سے اہل آسمان بھی محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر اس کے لئے زمین میں بھی مقبولیت پھیلا دی جاتی ہے (یعنی اس کی محبت دلوں میں سما جاتی ہے) اور جب خدا کو کسی سے نفرت ہوتی ہے تو جبرئیل کو بلا کر یہ فرما دیتا ہے کہ مجھے

؎ حجۃ اللہ ص۱۲

فلاں سے نفرت ہے تم بھی سے اس سے نفرت کرو فرمایا کہ پھر جبریل بھی نفرت کرنے لگتے ہیں اور پھر آسمان کے تمام لوگوں میں منادی کر دی جاتی ہے کہ فلاں شخص سے خدا تعالیٰ کو نفرت ہے تم سب بھی اس سے نفرت کرو پس سب نفرت کرنے لگتے ہیں۔ پھر وہ نفرت زمین پر بھی پھیلتی ہے" الحدیث۔

حضرت شاہ صاحب آگے فرماتے ہیں کہ

(ان ملاء اعلیٰ کے کاموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ) یہ فرشتے خدا تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان بطور سفیر اور ایلچی کے کام کرتے ہیں اور بنی آدم کے دلوں میں نیک باتیں الہام کرتے رہتے ہیں یعنی وہ کسی نہ کسی طریقہ سے دل کے نیک خیالات و ارادات کا سبب بن جاتے ہیں۔" [۵۱]

حضرت شاہ صاحب اس سلسلہ میں اپنی مشہور تالیف تفہیمات میں لکھتے ہیں کہ

(ان کے کاموں میں سے) "رضا" (یعنی جس سے خدا تعالیٰ راضی تو یہ بھی راضی ہوتے ہیں) "ناراضگی" (یعنی جس سے خدا تعالیٰ ناراض تو یہ بھی ناراض) "لعنت" (یعنی جس پر خدا تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے تو یہ بھی بھیجتے ہیں) "نیک بندوں کے لیے دعائے مغفرت کرنا، انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی بھیجنا اور اولیاء کرام کی جانب الہام نازل کرنا۔ اس کے علاوہ خدائی فیصلوں کو عملی جامہ پہنانا ہیں" [۵۲]

بشر ملاء اعلیٰ میں داخل ہو سکتا ہے

بشر (انسان) فی نفسہٖ تو اشرف المخلوقات ہے لیکن باعتبار الاوصاف کبھی تو وہ (بشر) اپنی عطا کردہ اصلی شرافت سے انحراف اور مخالفت شروع کر بیٹھتا ہے اور کفرانِ نعمت اور اخلاقِ سیئہ کو اپنی فطرت سمجھ کر اپنا لیتا ہے اور عنداللہ مردود، ملعون اور مغضوب ٹھہرتا ہے اور ہر چیز کو اس سے افضل و برتر سمجھا جاتا ہے۔

اور کبھی وہ اپنی ذاتی شرافت سے مطابقت و موافقت پیدا کرنے کے لیے حق شناسی اور

---

[۵۱] حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۵ [۵۲] تفہیمات جلد اول صفحہ ۲۳۹

خلاق حسنہ پر کاربند رہتا ہے۔ اس طریق کار سے دنیا کی کوئی بھی چیز اس سے افضل و اعلیٰ نہیں ہوسکتی اور وہ (بشر) اس بلند و بالا مرتبہ پر جا پہنچتا ہے جہاں پر کسی بھی مخلوق کی رسائی نہیں ہو پاتی اور اس کو جمادات و نباتات تک دعائیں دینے لگتے ہیں۔ اور جب اس عالم سے روپوش ہوکر عالم آخرت کا سفر اختیار کرتا ہے تو اس کو خدا تعالیٰ کی مقبول و برگزیدہ مخلوق "ملأ اعلیٰ" میں شامل کیا جاتا ہے اور اس پر بے پناہ انوار و رحمتوں کا فیضان کیا جاتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب اس طرف اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

"نیک و مقرب لوگوں کی ارواح بھی ان "ملأ اعلیٰ" میں شامل ہوکر ان سے جا ملتی ہیں جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے یَاأَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي "اے روح مطمئن! اپنے پروردگار کی طرف خوشی خوشی چلی آ اور میرے بندوں میں جا مل اور میری جنت میں رہ"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو فرشتہ کی صورت میں دیکھا کہ وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ دو پروں سے اڑ رہے تھے۔"[۵۱]

حضرت شاہ صاحبؒ "تفہیمات" میں لکھتے ہیں کہ

"واضح رہے کہ جو بشر ملأ اعلیٰ سے قریب الاستعداد ہے ان کے سینہ میں بھی یہی مذکورہ کمالات منقش ہو جاتے ہیں اور اس کی ہمت ایسی بلند ہو جاتی ہے جیسا کہ وہ خود ملأ اعلیٰ میں سے ایک ہے۔"[۵۲]

دوسری جگہ پہ لکھتے ہیں کہ

حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے "طریقہ" کو دنیا میں ایک قسم کی تاثیر ہے وہ اس لیے کہ جب وہ وفات پاگئے تو ملأ اعلیٰ کی صورت اختیار کرلی۔"[۵۳]

---

۵۱ [illegible] صفحہ ۱۶ ۵۲ تفہیمات جلد اول صفحہ ۲۴۰ ۵۳ تفہیمات جلد اول صفحہ ۱۱۴ ـ

شرائع و احکامات کا متعین ہونا

جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ دنیا کے تمام تر افعال ان ہی نیک و صالح مخلو
"ملأ اعلیٰ" پر موقوف ہیں۔ کیوں کہ جو جو خدائی احکامات ہوتے ہیں پہلے ان ہی پر متعین ا
نازل ہوتے ہیں اور یہی حضرات ان احکامات کو بطورِ وحی یا الہام کے افشا اور ظ
کرتے ہیں، یہ ان پر ایک خاص قسم کی ڈیوٹی ہے جس میں وہ کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ
کرتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"یہیں ملأ اعلیٰ میں تمام فیصلے و احکام الٰہی نازل ہوتے ہیں اور وہ امور بھی یہیں متعین ہوتے ہیں جن کا خدا تعالیٰ نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ "(دنیا کے) تمام امور جو حکمت اور مصلحت پر مبنی ہیں اس (مبارک) رات (لیلۃ القدر) کو تصفیہ پاتے ہیں" اور اسی جگہ کسی نہ کسی طور پر تمام شرائع مقرر ہوتی ہیں"[۱]

آپ اپنی دوسری تالیف "تفہیمات" میں اسی عنوان کے تحت رقمطراز ہیں کہ

"کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ملأ اعلیٰ میں ایک فیصلہ ہوتا ہے جس کو خدا تعالیٰ زمانہ کی مصلحت کی بنا پر ایک نیک و پاکباز شخص کے ذریعہ دنیا والوں پر فیضان کرتا ہے"[۲]

ملأ اعلیٰ کے مقالات

قابل غور و توجہ بات ہے کہ جیسے ہم دنیا والوں کے مختلف قسم کے خیالات و مقا
ہیں اور ایک ایک جماعت و فن و حرفت کا آدمی اپنے اپنے مقالات رکھتا ہے مثلاً
کرام کی خدمت میں آیئے تو سبحان اللہ فنائیت فی المحبوب، اخلاص، ہمدردی، و
رغبت الی اللہ اور اعراض عن الدنیا کی مشعل جلائے بیٹھے ہیں۔ عالموں کی جماعت م
تو آپ کو اکثر و بیشتر مسائل علمی پر گفتگو، سیر حاصل بحثیں اور مناظرے کرتے نظر آ

---

[۱] حجۃ اللہ البالغہ۔ [۲] تفہیمات جلد اول صفحہ ۱۳۴۔

ذرا "موالیوں کے آستانہ" پر تشریف لایئے تو آپ ان کو "نشہ کی مستی" نشہ آور چیزوں کی تعریف اور "یا علی مدد" اور "مولا علی مدد" کی صداؤں میں غرق پائیں گے۔ ان کے علاوہ سیاست دانوں، صنعت کاروں، تاجروں، مزدوروں، ہاریوں وغیرہ وغیرہ کے اپنے اپنے مقالات ہیں جن میں وہ مستغرق رہتے ہیں۔ اسی طرح اوپر والی عالی مخلوق ملأ اعلیٰ کے بھی اپنے مقالات اور اقوال ہیں جو ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔ لیکن ٹھہریئے! پہلے یہ جانیے کہ اس اوپر والی مخلوق کے مقالات ہم نیچے والی مخلوق تک کس طرح پہنچے؟ حالانکہ ہم ان سے ملاقی بھی نہیں ہوئے اور نہ ان کو دیکھ سکتے ہیں، آیا الہام کے ساتھ؟ یا کوئی اور طریقۂ کار ہے؟ اس سوال کا جواب شاہ صاحبؒ سے سنیے! جو خود ان مقالات کے بارے میں آگے چل کر آپ کو بتائیں گے۔ آپ فرماتے ہیں کہ

"وہ پسندیدہ علم جس کے ساتھ حق تبارک و تعالیٰ اپنے نیک و صالح بندوں کو خاص کرتا ہے، "ملأ اعلیٰ" کے مقالات و اقوال کا علم ہے وہ علم ان برگزیدہ ہستیوں کو اس طرح ملتا ہے کہ وہ تجلی اعظم اور ان کے اردگرد ملأ اعلیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں پس ان کے دلوں میں ملأ اعلیٰ کے بعض علوم ان کے صدور میں منطبع ہو جاتے ہیں۔ جیسے موم پر انگشتری کا نقش منطبع ہوا کرتا ہے۔ پھر ان (ملأ اعلیٰ) کے علوم ان (نیک بندوں) کے علوم بن جاتے ہیں اور پھر یہ لوگ انکی علوم پر چلتے ہیں۔ پس جس چیز کو ملأ اعلیٰ پسند کرتے ہیں ان کو یہ پسند کرتے ہیں اور جس کو ناپسند اور قبیح جانتے ہیں ان کو یہ لوگ بھی ناپسند و قبیح سمجھتے ہیں۔"

گزشتہ سوال کا جواب مل گیا نا! اب یہ جانیے کہ آیا شاہ صاحبؒ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے ملأ اعلیٰ کے اقوال کا علم عطا کیا ہے؟ اس سوال کا جواب بھی خود شاہ صاحبؒ سے سنیے۔ فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانیوں میں سے مجھ پر ایک یہ بھی ہے کہ اس [illegible] ملأ اعلیٰ کے مقالات کا دروازہ کھول دیا ہے۔ میرا خیال

ہے کہ ان میں سے کچھ آپ کے لیے ان ورقوں میں پیش کروں“

اب حضرت شاہ صاحبؒ ملأ اعلیٰ کے مقالات کا بیان کریں گے کہ وہ مخلوق کس سلسلے میں گفتگو کرتی رہتی ہے۔ شاہ صاحبؒ پہلا قول ان کا جو ذکر کر رہے ہیں وہ ”شرک“ کے بارے میں ہے آپ ان کا (ملأ اعلیٰ کا) قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

(پہلا قول)

”اے انسانو! تم کو کیا ہو گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ اوروں کو شریک گردانتے ہو۔ شاید تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ خدا تعالیٰ تم سے دور ہے حالانکہ خدا تو وہ مقدس ذات ہے کہ جب بھی کوئی آدمی ”یا ربی یا ربی“ کہتا ہے تو وہ اس کے جواب میں ”یا عبدی یا عبدی“ کہتا ہے۔ (پس دوسروں کو پکارنے کا کونسا جواز ہے؟)“ [1]

دوسرا قول

حضرت شاہ صاحبؒ ملأ اعلیٰ کا جو دوسرا قول نقل فرما رہے ہیں وہ ان کٹر صوفیوں کے سلسلہ میں ہے جو ہنود کی طرح دنیا سے کلیۃً کنارہ کش اور طلب معاش سے بے نیاز ہو کر بھوکے پیاسے نمازیں اور دائمی روزے رکھتے ہیں اس ضمن میں جو ایک مثال دیں گے اس سے نتیجتاً دو فرقے مراد لیں گے، ایک یہی مذکورہ صوفیوں کا فرقہ اور دوسرا جاہ و ملک طلب فرقہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ

”یہ جو ہمارے زمانہ میں گمراہ و گمراہ کرنے والے صوفیا موجود ہیں یہ اسلام میں ایک نیا فرقہ پیدا ہوا ہے جن کی اسلام میں کوئی جڑ و اصل نہیں۔ (ان کی مثال یوں سمجھیے کہ) جیسے ایک کاشت کار اچھے اچھے بیج بوتا ہے پھر ان کو پانی دیتا ہے۔ پس کیا ہوتا ہے کہ زمین کی اچھائی اور پانی کی زیادتی کی وجہ سے بہت سارے بے فائدہ پودے اور گھاس بھی

---

[1] تفہیمات جلد اول صفحہ ۲۶۹ - ۲۷۰

پیدا ہوجاتے جن کو اکھاڑنا زراعت کے لیے بے حد ضروری بن جاتا ہے۔ ایسے ہی خدا تعالیٰ نے ایک کھیتی تیار کی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، پھر ان کو قرآن و حدیث شریف کے پانی سے سیراب کیا پس کیا ہوا کہ یکایک اس (کھیتی) میں ایسے فرقے وجود میں آئے جو اپنے نفوس کی خواہشات پر چلا کرتے تھے اور آہستہ آہستہ ان میں مختلف مذاہب پھوٹنے لگے جو کہ خدا اور ان کے رسول کے نزدیک پسندیدہ نہ تھے اور یہ فرقے یہ گمان کر رہے تھے کہ ان کا قول و عمل صحیح و برحق ہے"۔

آگے شاہ صاحبؒ ان فرقوں کا ذکر کر رہے ہیں جو پہلے پہلے اسلام میں رونما ہوئے۔ فرماتے ہیں کہ

"پہلا پہلا فرقہ جو اسلام میں رونما ہوا "ملوکیت و ریاست" کا خواہاں فرقہ تھا جن کا مقصد ریاست طلبی اور حسب و نسب میں تعزز تھا۔ دوسرا فرقہ "متقشفین صوفیاء" کا تھا جنھوں نے معاش کی طلب و جستجو ترک کر رکھی تھی اور آدمیوں سے کنارہ کشی اختیار کر رکھی تھی، ان حضرات کو جو بھی تھا ان پر گزارہ کر لیتے تھے حالانکہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان یعنی "جدوجہد کر کے روزی کماؤ" جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت سے عہد لیا تھا پیروی نہیں کی"۔ [۱]

تیسرا قول

حضرت شاہ صاحبؒ ملأ اعلیٰ کا جو تیسرا قول نقل کر رہے ہیں وہ مقلدین حضرات اور غیر مقلدین کے لیے ہے۔ اس قول میں ان ہر دو فرقوں کو بیجا شدت پر تنبیہ کی گئی ہے اور میانہ روی اور اعتدال پسندی کی ترغیب دی گئی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ

"یہ قول ان فقہاء کے سلسلے میں ہے جو تقلید پر مر رہے ہیں ان کو اگر

---

[۱] تفہیمات جلد اول صفحہ ۲۰۲

صحیح حدیث شریف بھی پہنچتی ہے تو یہ تقلید کی وجہ سے اس حدیث کو نہیں مانتے حالاں کہ اُن پر ایک متقدمین فقہاء کی جماعت نے عمل تک کیا ہے یہ قول اس "ظاہری" گروہ کے سلسلہ میں بھی ہے جو فقہاء کے منکر ہیں، حالانکہ فقہاء دینِ متین کے حامل اور مؤسنوں کے امام ہیں پس یہ دونوں گروہ حق پر نہیں ہیں۔ حق امر بَیّن بَیّن ہے "۔ ۵۱

حنفی اور شافعی مذاہب کے سلسلے میں ملأ اعلیٰ کا فیصلہ

جب کہ مذہب حنفی و شافعی شاہ صاحب کے نزدیک عزیز ہیں اور آپ چاہتے ہیں کہ یہ ہر دونوں مذاہب ایک ہوجائیں تب آپ کے دل میں ملأ اعلیٰ کی طرف سے یہ بات الا کی جاتی ہے کہ ان دونوں مذاہب کا ایک ہوجانا ہمارے نزدیک خوشی کا باعث ہے او ان کو حسبِ ذیل طریقہ پر تطبیق دے کر ایک مذہب قرار دیا جائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ

"میرے دل میں "ملأ اعلیٰ" کی طرف سے یہ بات ڈالی گئی کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے مذاہب جو کہ بہت مشہور مذاہب ہیں اور بہت سارے پیروکار اور تصنیفات رکھتے ہیں اور جمہور فقہاء، محدثین مفسرین متکلمین اور صوفیا شافعی تھے اور جمہور ملوک اور خراسانی حنفی تھے۔ اس لیے ملأ اعلیٰ کے علوم کے مطابق حق بات یہ ہے کہ ان دونوں مذاہب کو ایک کیا جائے۔ بایں صورت کہ ان دونوں کو حدیثِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلم میں مدون کتابوں پر پیش کیا جائے پس جو مسئلہ ان کتابوں میں مندرج احادیث کے موافق ہو وہ باقی رکھا جائے اور اس کو مضبوطی سے پکڑا جائے۔ اور جس کی اصل نہ پائی جائے اس کو حذف کردیا جائے۔ اور اگر دو متضاد حکم ایک مسئلہ میں ملتے ہیں تو اس مسئلہ کو "علی القولین" رکھا جائے اور دونوں پر عمل صحیح قرار دیا جائے"۔ ۵۲

---

۵۱ تفہیمات جلد اول صفحہ ۲۷۳ ۵۲ صفحہ ۲۷۹ -

لاٗ اعلیٰ سے مناسبت پیدا کرنے کی ترکیب

اب حضرت شاہ صاحبؒ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ میں اگرچہ ملاٗ اعلیٰ کے علوم ورموز سے بخوبی واقف ہوں اور یہ مجھ پر خُدا تعالیٰ کی بڑی عنایت ہے۔ مگر میں آپ کے لیے "ملاٗ اعلیٰ" کے علوم کا دروازہ کھول دوں اور آپ بھی اپنی آنکھوں سے ان علوم کا مشاہدہ کریں یہ نہیں کرسکتا۔ یہ خُدا تعالیٰ کا کام ہے جس کو اس بڑی نعمت سے نوازے نوازش کرسکتا ہے۔ البتہ میں یہ کرسکتا ہوں کہ آپ کو ملاٗ اعلیٰ سے مناسبت پیدا کرنے کے لیے ایک ترکیب بتا دیتا ہوں جس کی بدولت ممکن ہے کہ آپ کو ملاٗ اعلیٰ سے مناسبت پیدا ہوجائے۔ اور جب مُناسبت ہوگئی تو آپ آگے ہی آگے بڑھتے چلے جائیں گے اور پھر ہوسکتا ہے کہ آپ کو بھی ان کے علوم سے نوازا جائے۔ شاہ صاحبؒ وہ وظیفہ ذیل میں تحریر کر رہے ہیں، پڑھیے اور عمل کیجیے۔ آپ فرماتے ہیں کہ

> "ملاٗ اعلیٰ سے جس کسی کو مناسبت پیدا کرنا منظور ہو وہ شخص تین چیزوں کو اپنے اُوپر لازم کرلے ۱۔ خلوت اختیار کرے۔ ۲۔ نمازیں بہت پڑھے اور سورۃ فاتحہ اور رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا الآیہ جیسی آیتوں پر اکتفاء کرے۔ ۳۔ رکوع اور سجود میں کوئی ذکر نہ کرے بجائے ذکر کے نورِ عرش پر نظر رکھے (نماز پڑھنے کی صُورت یوں ہے کہ) جب چاہے کہ نماز شروع کرے وضو کرکے قبلہ کی طرف منہ کرکے بیٹھ جائے اور اپنے دل میں ایک نورانی رشتہ فرض کرلے جس کا ایک طرف اس کے دل سے پیوست ہو تو دوسرا طرف عرش سے بالائی نور سے متعلق ہو۔ جب یہ لحاظ دل میں کرلے، نماز میں شروع ہوجائے اور نماز کے درمیان اس رشتہ سے رُوگردان نہ کر بیٹھے۔ اس طرح مکرر نمازیں ہر روز دو سَو رکعتیں پڑھا کرے۔ امید ہے کہ "ملاٗ اعلیٰ" سے مناسبت والفت پیدا ہوجائے گی"۔ [۱]

ایّدِ رُوح القدس

اس مخلوق کا ایک قسم کا اجماع ہوتا ہے وہ اجماع ایسا قوی وطاقتور اجماع ہوتا ہے جس سے

---

۱ تفہیمات جلد اول صفحہ ۲۹۳

اہلِ زمین کے لیے بے شمار تائیدیں اور برکتیں وفیوض نازل ہوتے ہیں۔اس اجماع کا نام "تائید رُوح القدس" ہے۔آئیے دیکھیں شاہ صاحب کیا فرماتے ہیں۔آپ لکھتے ہیں کہ

"ان (ملأ اعلیٰ) کے مستقل دائمی اجماع کو "تائید رُوح القدس" کہتے ہیں اور پھر اس مقام سے (ان سے) ایسی ایسی بے شمار برکتیں حاصل ہوتی ہیں جو عادت کے خلاف ہوتی ہیں اور عام طور پر کبھی ظاہر نہیں ہوتیں ان کو "معجزات" کہتے ہیں"۔ ۵۱

ملأ سافل

واضح ہو کہ جب ملأ اعلیٰ کا ذکر ختم ہو چکا تو مناسب ہوگا کہ ان سے جو کم مرتبت فرشتے ہیں جن کو "ملأ سافل" کہتے ہیں ان کا ذکر بھی کیا جائے۔حضرت شاہ صاحبؒ ان کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"ان "ملأ اعلیٰ" سے کم درجہ کے چند اور نفوس ہوتے ہیں کہ سعادتِ ازلیہ نے ان کو ملأ اعلیٰ کے درجہ تو نہیں پہنچایا ہوتا لیکن ان کے فیضان سے لطیف وخفیف بخارات میں ایک ایسا معتدل سا مزاج ضرور پیدا ہو جاتا ہے جو ان میں یہ کمال پیدا کر دیتا ہے کہ وہ اوپر سے فیوضات کے برسنے کے منتظر رہتے ہیں۔چنانچہ جب بھی جو کچھ قابل کی استعداد اور فاعل کی تاثیر کے موافق ان پر برستا ہے تو وہ اپنے ذاتی ارادے سب مٹا کر اس کی تعمیل میں جان لڑا کر اس کے سرانجام دینے کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں۔جس طرح چرند پرند اپنے فطری تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے آمادہ ہوتے ہیں۔ ۵۲

ملأ سافل کے کام

جب حضرت شاہ صاحبؒ "ملأ سافل" کی تعریف ومزید برآں ذکر کر چکے تو اب ان۔

---

۵۱ و ۵۲ حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۶

کام ذکر فرما رہے ہیں۔

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ

"ان کا یہ کام ہے کہ وہ انسانوں اور جانوروں کے دلوں میں اثر پیدا کرکے ان کے ارادوں اور خیالات کو اس امر کی طرف متوجہ کرتے ہیں جو ان کی مراد و مقصود کے مناسب ہوتا ہے۔

اور بعض طبیعیاتی چیزوں کی سرعت حرکات اور تبدلات میں بھی اثر کرتے ہیں جیسے اگر کوئی پتھر حرکت کرتا اور لڑھکتا ہے تو کوئی بزرگ فرشتہ اس کو معمول سے زیادہ تیز کر دیتا ہے۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی شکاری دریا میں جال ڈالتا ہے تو فرشتوں کی ایک جماعت بعض مچھلیوں کے دل میں یہ بات ڈالتی ہے کہ اس میں آپڑو اور بعض کے دل میں یہ بات ڈالتی ہے کہ بھاگ جاؤ۔ اور بعض فرشتے رسی کو کھینچتے ہیں اور بعض پھیلاتے ہیں۔ ان (مچھلیوں) کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہم یہ کیوں کر رہی ہیں بلکہ وہ الہام کی تابع ہوتی ہیں۔ اور کبھی دو لشکر آپس میں لڑتے ہیں تو فرشتے آکر ان کے دلوں میں شجاعت، ثابت قدمی، اور غلبہ پانے کی تدبیریں اور اسی قسم کے خیالات جن سے تیر اندازی اور گولہ باری کی تدبیری بن آئیں لا ڈالتے ہیں۔ اور دوسروں کے دلوں میں اس کے برخلاف خیالات (مثلاً بزدلی، ہراس اور بدحواسی) پیدا کرتے ہیں تاکہ مقدّر کی بات ظاہر ہو جائے۔

اور کبھی ان کو انسان کو راحت و آرام یا رنج و الم پہنچانے کا حکم ہوتا ہے تو وہ اس میں بھی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔" [۵۱]

---

[۵۱] حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۶

شیاطین

یاد رہے کہ جیسے ہم انسانوں میں ایک شخص دوسرے شخص کا خواہ وہ دینی اعتبار سے ہو یا سیاسی یا اور کسی اور اعتبار سے حریف ہوتا ہے۔ جیساکہ یہ بات ہمارے سامنے ظاہر و باہر ہے۔ ایسے ہی ان مذکورہ بزرگ و صالح مخلوق "ملأ اعلیٰ" و "ملأ سافل" کے بھی حریف اور مدمقابل اور مخالف مخلوق موجود ہے جن کو شیاطین کہتے ہیں۔ ان کا کام ملأ اعلیٰ اور ملأ سافل کے کاموں میں رکاوٹیں کھڑی کرنا ہے اور حتی الوسع بدی کا تمام عالم میں پھیلانا ہے اور اخلاق فاسدہ اور اسلامی عقائد میں خلل ڈالنے کے لیے بے فائدہ سوالات دلوں میں ڈالنا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ

"ان (فرشتوں) کے برخلاف ایک اور جماعت ہوتی ہے جن کے کام میں ہلکاپن، غصہ اور برائی ہوتی ہے۔ وہ (جماعت) سڑے ہوئے تاریک بخارات سے پیدا ہوتی ہے اور ان کو "شیاطین" کہتے ہیں اور یہی وہ شیاطین ہیں جو ہمیشہ ان فرشتوں کی کوششوں کے خلاف کوششیں کرتے رہتے ہیں۔" [1]

حضرت شاہ صاحبؒ اس بارے میں "تفہیمات" میں لکھتے ہیں کہ

"ان (فرشتوں ملأ اعلیٰ اور سافل) کے مقابلہ میں ایک قوم ہے جو خبیث عناصر سے پیدا ہوئی ہے جن کو "شیاطین" کہتے ہیں۔" [2]

حظیرة القدس

اب چونکہ آپ یہ سوال کر بیٹھے ہیں کہ جس طرح "حال" کے لیے "محل"، "لازم" کے لیے "ملز

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۷ [2] تفہیمات جلد اول صفحہ ۲۳۹

اور "مظروف" کے لیے "ظرف" ضروری ہے۔ اور ہر مخلوق کے لیے ضروری ہے کہ کوئی نہ کوئی رہنے سہنے کا مکان ہو ورنہ ان کا "لامکان" میں ہونا لازم آئے گا اور وہ خلاف واقع ہے۔ اس لیے یہ بات لازمی ہوگئی ہے کہ ان برگزیدہ وپسندیدہ مخلوق "ملأ اعلیٰ" کے لیے کوئی موطن ومسکن ہو جہاں یہ نورانی نفوس خُدائی احکامات کے منتظر رہتے ہوں اور دُنیا والوں کے لیے اُمور مرتب کرتے ہوں۔

تب ہم مذکورہ سوال کے جواب میں عرض کرتے ہیں کہ جی ہاں! واقعی ان پاکیزہ نفوس کے لیے ایک صاف ستھری پارلیمنٹ ہے جہاں یہ لوگ اپنے مذکورہ بیان کردہ کام مرتب ومعین کرتے ہیں۔ اس جگہ کا نام حظیرۃ القدس لیا جاتا ہے۔ اب دیکھیں کہ حضرت شاہ صاحب کیا فرماتے ہیں؟ آپ لکھتے ہیں کہ

> "یاد رکھو! ارواح بشریہ کے لیے ایک مقدس بارگاہ ہے جس کی طرف انسانی روحیں اس طرح کھنچ کر آتی ہیں جس طرح کہ لوہے کے ذرّات مقناطیس کی کشش سے اس کے ساتھ چمٹ جاتے جاتے ہیں۔ اس مقدس بارگاہ کا نام "حظیرۃ القدس" ہے"۔ [۱]

تفہیمات میں فرماتے ہیں کہ

> "حظیرۃ القدس" یہ وہ بارگاہ ہے جہاں ملأ اعلیٰ کے احکام متعین ہوتے ہیں"۔ [۲]

حظیرۃ القدس سے وابستگی

جب یہ معلوم ہو چکا کہ حظیرۃ القدس وہ مقدس بارگاہ ہے جس کی طرف ارواحِ بشریہ دوڑتی چلی آتی ہیں۔ تو اب یہ جاننا چاہیے کہ انسان اگرچہ عالمِ دنیا میں ہے پھر بھی ان کی ارواح کو حظیرۃ القدس سے بے پناہ کشش رہتی ہے، اگرچہ یہ بات بظاہر معلوم نہ بھی ہو۔ اور جب رُوحِ انسانی موانعِ بدنی سے رہائی حاصل کرتی ہے تو فوراً اپنی فطری کشش کے پیشِ نظر

---

[۱] حجۃ اللہ البالغۃ صفحہ [۲] تفہیمات جلد اول صفحہ ۲۲۷

حظیرۃ القدس کی طرف بھاگتی ہے۔حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ

"نفسِ ناطقہ کی لطافت کی وجہ سے ہر فرد کو خواہ جانے یا نہ جانے
حظیرۃ القدس سے وابستگی اور کشش رہتی ہے۔ ہاں البتہ ایسا ہوتا ہے
کہ کسی فرد کی سعادت ان کو حظیرۃ القدس سے میلان اور مناسبت پیدا
کراتی ہے اور کسی فرد کی شقاوت ان کو حظیرۃ القدس سے اعراض اور
کنارہ کشی پر مجبور کرتی ہے۔" [۵۱]

حظیرۃ القدس میں کیا ہوتا ہے؟

آپ پہلے جان چکے ہیں کہ ملأ اعلیٰ ہی ہیں جو کہ اہل دنیا کے لیے احکامات مرتب ک
ہیں۔کسی نبی یا رسول پر وحی بھیجنا ہو، خواہ کسی ولی پر الہام نازل کرنا ہو وغیرہ وغیرہ
سب کام ملأ اعلیٰ ہی کرتے ہیں۔لیکن یہ سب کے سب کام حظیرۃ القدس میں انجب
پاتے ہیں۔

اب ہم مذکورہ بالا عنوان کے ذیل میں کچھ کام ذکر کر رہے ہیں۔تو اس کا مطلب
کہ کام ملأ اعلیٰ ہی کرتے ہیں اور ان کے فاعل وہی ہیں لیکن ان کا متعین ہونا او
تعیین و ترتیب و مشورت "حظیرۃ القدس" ہے۔ تو اب عنوان "شرائع و احکامات کا م
ہونا" اور اس عنوان "حظیرۃ القدس میں کیا ہوتا ہے؟" میں جو ایک ہی موضوع بحث
کی وجہ سے تعارض واقع ہو رہا تھا ختم ہو گیا۔ آیئے دیکھیں! شاہ صاحبؒ اس عنوا
تحت کیا فرماتے ہیں۔آپ لکھتے ہیں کہ

"حظیرۃ القدس" میں کبھی اس بات کا مشورہ ہوتا ہے کہ بنی آدم
کے دینی اور دنیاوی اُمور کو سرانجام دینے کے لیے اور ان کی مشکلات
کو دُور کرنے کے لیے کسی ایسے شخص کی تکمیل اور اس کے حکم کی تعمیل
لوگوں میں کرانی چاہیے جو اس زمانہ کے سب لوگوں سے افضل ہو، پھر

---

[۵۱] تفہیمات، جلد اول، صفحہ ۲۲۶۔

اس مشورہ کی وجہ سے مستعد لوگوں کی دلوں میں یہ الہام ہوتا ہے کہ وہ اس کی فرماں برداری کرکے ایک ایسی عمدہ قوم بن جائیں جو تمام بنی نوع انسان (کی ہدایت) کے لیے (میدان عمل میں) نکالے جانے کے قابل ہو اور اسی مشورہ کی وجہ سے وہ علوم سکھلائے اور تلقین کیے جاتے ہیں جن سے قوم کی اصلاح اور ہدایت ہوتی ہے۔

یہ الہام کبھی وحی کے ذریعہ ہوتے ہیں، کبھی خواب کے ذریعہ اور غیبی آواز کے ذریعہ اور کبھی اس طرح سے کہ "حظیرۃ القدس" کے لوگ (ملأ اعلیٰ) اس شخص (نبی) سے دو بدو کلام کرتے ہیں اور اسی کی وجہ سے اس (نبی) کے احباء و رفقاء یعنی اصحاب کی مدد ہوتی ہے اور ان کی بھلائی اور بہتری کے اسباب و امکانات بڑھتے جاتے ہیں اور اس کے مخالف اور اللہ کے راستے سے روکنے والوں پر لعنت ہوتی ہے اور ان کی تکلیف، ناکامی اور نامرادی کے اسباب و امکانات بڑھتے جاتے ہیں۔ منجملہ دیگر اصولِ نبوت کے یہ بھی ایک اصل ہے۔"[1]

حظیرۃ القدس کی تلوینات

حظیرۃ القدس مختلف رنگوں میں متلوّن ہوتی ہے، اس کے ایک ایک تلوّن میں پوشیدہ راز ہوتا ہے جس کے تحت حضرات انبیاء، رُسل اور اولیاء کرام کو منتخب کیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ یہ لون (جس سے حظیرۃ القدس متلون ہوتی ہے) بہت تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ تمام آسمانوں، ملأ اعلیٰ، ملأ سافل اور عرش تک کو فیضان کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ لون خدائی تجلی ہے جو ہر شئے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اور خدا تعالیٰ اپنی مرضی سے جس کو چاہتا ہے کہ اس پر یہ عنایت بے غایت کرے، اس کو اس تجلی

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۶ -

سے کافی حصہ فراہم کرتا ہے اور اس کے بعد وہ تجلّی (اس کے لیے جزء لاینفک کی طرح ہو جاتا) ہے حضرت شاہ صاحبؒ نے حظیرۃ القدس کے اس تلوّن کے ماتحت مظاہر کو "فاتح" اور "خاتم" کا نام دیا ہے اور اسی ترتیب سے بہت سارے "فاتح" و "خاتم" ہوئے ہیں۔ آپ اس تمام کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں کہ

"مختلف ادوار و اوقات کے سبب "حظیرۃ القدس" مختلف تلوینات رکھتی ہے اور ہر تلوین کے لیے نفوس انسانیہ میں سے ایک نفس (یا بہت) مظہر اور عنوان ہوتا ہے جس کو "خاتم" اور "فاتح" کہتے ہیں۔ (تفصیل اس کی یہ ہے کہ)

"حظیرۃ القدس" مختلف رنگوں میں رنگین ہوتی ہے پس کیا ہوتا ہے کہ جب کبھی حظیرۃ القدس کوئی رنگ اختیار کر لیتی ہے تو وہ رنگ ملأ اعلیٰ اور ملأ سافل میں سرایت کرتا ہے۔ اور ہر آسمان کو اس رنگ سے حصہ ملتا ہے حتیٰ کہ عرش و ما فیہ اس کیفیت سے ممتلی ہو جاتے ہیں۔ بعد ازاں وہ رنگ چاہتا ہے کہ بنی آدم میں بھی آئے اس لیے اولاً وہ اس نفس زکیہ میں جو حظیرۃ القدس کی خاص نظر سے تولّد ہوا ہے ظاہر ہوتا ہے، اس کے بعد دوسرے نفوس میں!

جب بات یہاں تک پہنچتی ہے تو اس نفس زکیہ کو "خاتم" (یعنی رنگ اول) اور فاتح (یعنی رنگ ثانی) کہتے ہیں۔ خاتمین اور فاتحین بہت ہی ہیں۔

اس دنیا میں پہلا ان نفوس میں سے فاتح حضرت آدم علیہ السلام ہیں جن کی وجہ سے ظہور و کثرت ملائکہ و شیاطین ہوا۔ دوسرے حضرت ادریس علیہ السلام فاتح بن کر آئے جنھوں نے ارتفاقات و استخراج لغت و تبیین سے استنباط کر کے حوادث یومیہ کی تحقیق و تدقیق میں اپنا قدم رکھا

تیسرے خاتم و فاتح حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ وہ پہلے رسول ہیں جن سے مخاصمہ کیا گیا۔

اس کے بعد حظیرۃ القدس نے دوسرا رنگ اختیار کیا جس سر کے تحت فاتح و خاتم حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے جنھوں نے بُت شکنی کا آغاز کیا۔

اس کے بعد پھر حظیرۃ القدس نے ایک اور رنگ اختیار کیا جس کے تحت حظیرۃ القدس کے روحانی حکم نے مثالی صورت اختیار کرلی اور عجیب وغریب شورش کے ساتھ زمین پر سلطنت قائم کی۔ اس راز کے تحت حضرت موسیٰ علیہ السلام خاتم و فاتح ہو کے پیدا ہوئے۔ اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام پیدا ہوئے جو انبیاء سابقہ کے دین میں اجتہاد اور قواعد کلیہ سے تخریج کے فاتح بنے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے جو علم باطن اور تکلم باسرار باطن فاتح بنے۔

اس کے بعد جب کہ صورت مثالی سلطنت کرتی رہی اور احکام قریب بحس سَیفر کرتے رہے اور بے پناہ فیوض و برکات نفوس انسانیہ میں داخل ہوئے اور تمام تر کمالات بلکہ احکام، دقائق اور امثال بھی ایک ایک ہو کے ایک جگہ جمع ہوئے اور قواعدِ کلیہ سے تخریج کرنا اور خلافت کبریٰ پر قیام کرنا اور علم باطن کا باب فتح ہونے کو روشن تر ہوگیا تھا تو اس سر کا مظہر ہمارے پیغمبر افضل الخاتمین والفاتحین خاتم النبوۃ و فاتح الولایۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر خاتم و فاتح جو ہیں وہ باب ولایت میں ہیں۔ اس امت مرحومہ کے پہلے فاتح حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ ان کے بعد یہ سر اس کی اولاد میں سرایت کرتا گیا حتیٰ کہ حضرت جنید رحمہ اللہ کے زمانہ تک (ان (حضرت علیؓ) کے

خاندان سے شخصے بعد شخصے اس شعلہ (تجلی) کے حامل ہوتے چلے آئے ہیں۔ اس کے بعد سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی (رحمہ اللہ تعالیٰ) فاتح ہوئے۔ اس کے بعد سلطان الطریقت ابوسعید بن ابوالخیر قدس سرہٗ فاتح ہو کے آئے۔ ان کے علاوہ فاتح وخاتم شیخ اکبر شیخ محی الدین علی ابن عربی قدس سرہ ہیں۔

ازاں بعد اس سلسلہ کا ایک فاتح اور خاتم بہت سالوں کے بعد پیدا ہوا جس نے جمیع کمالاتِ انسانی کو تقسیم کیا اور ہر ایک اپنا اپنا مقام دیا۔ (یہ اشارہ شاہ صاحبؒ خود اپنی طرف کر رہے ہیں)"۔ لہ

حظیرۃ القدس میں ارواحِ مبارکہ کا دیدار

اس مبحث کے آخر میں ہم آپ کی خدمت میں حضرت شاہ صاحبؒ کا حظیرۃ القدس میں حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات شیخین اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ارواحِ مبارکہ کا دیدار کرنا اور ان ارواح کی حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ کی رُوحِ طیبہ سے وابستگی اور تعلق کا بیان کر رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ

"ہم نے جب "حظیرۃ القدس" میں جو کہ مقدس ہستیوں کی ایک بارگاہ ہے غوض کرنا شروع کیا تو ہم نے حضراتِ شیخین اور حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کی ارواح طیبہ کو دریافت کیا اور ان کے کمالات و مراتب کو علیحدہ علیحدہ ادراک کیا۔ حضرات شیخین ؓ کے ارواحِ مبارکہ کا تعلق حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا تھا جیسا کہ بہت سارے آئینوں کو مشعل کے ساتھ جب کہ وہ آئینے مشعل کے سامنے رکھ دیئے جائیں تو روشنی تعاکس دو بالا ہو جاتی ہے اور زمین پر پڑنے والی روشنی ایک ہی مشعل کی روشنی ہوتی ہے۔ اسی طرح ارواحِ حضرات شیخین ؓ حضرت خیر البشر

لہ تفہیمات، جلد اول صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۴ –

صلی اللہ علیہ وسلم سے باہم آمیختہ ویکساں نظر آرہے تھے علیحدہ علیحدہ شناخت نہیں ہو سکتے تھے، (جس طرح کہ کہا گیا ہے) ؎

رق الزجاج ورقت الخمر
فتشابها وتشاکل الامر
فکانها خمر ولا قدح
وکانها قدح ولا خمر

(یعنی شیشے کا پیالہ رقیق ہو اور شراب بھی رقیق، پھر تو یہ دونوں ایک دوسرے کے مشابہ ہوگئے اور بات مشکل ہوگئی کہ آیا یہ فقط شراب ہے یا فقط پیالہ)۔

اور حضرت مرتضیٰؓ کی رُوح کا تعلق حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ طیبہ کے ساتھ وہ تھا جیسا کہ قمر کا تعلق شمس سے ہوتا ہے جب کہ وہ اس کے رُوبرو پایا جاتا ہے اور ان سے نور کو کسب کر کے اپنی علیحدہ صورت سے جمالِ قمری کو جلوہ گر کرتا ہے۔ ایسے ہی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے" ؎

تفہیمات، صفحہ ۳۲۱ -

(صفحہ ۲۲)

) السبکی تاج الدین عبدالوہاب طبقات الشافعیۃ الکبریٰ (مصر مطبعہ عیسی البابی ۱۳۸۶ھ)
) سخاوی شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن ۹۰۲ھ فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث (لکھنؤ مطبع انوار محمدی)
) سلمی ابو عبدالرحمٰن کتاب السوالات عن الدار قطنی (قلمی)
) السمعانی ابو سعد عبدالکریم بن محمد بن منصور التمیمی ۵۶۲ھ الانساب (طبع لیدن)
) السیوطی جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر ۹۱۱ھ ① تبییض الصحیفہ (طبع دہلی بر کشف الاستار ایضاً) ② تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی (طبع مصر) ③ ذیل اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ (مطبع علوی)

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)